واردات ومشاہدات

دارالعلوم حقانیہ کا جلسہ دستار بندی

مولانا عبدالرشید ارشد صاحب

(مذکورہ رپورٹ مولانا عبدالرشید ارشد صاحب مدظلہ نے مرتب کی ہے۔ آپ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ شہرہ آفاق کتب "بیس بڑے مسلمان"، "بیس مردان حق"، "دارالعلوم دیوبند نمبر"، "نعت نمبر" وغیرہ کے مرتب اور ماہنامہ الرشید کے مدیر ہیں 5 دسمبر کو آپ دارالعلوم حقانیہ کی پچاسویں سالانہ تقریب دستار بندی کے موقع پر دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے تھے۔ زیر نظر مضمون آپکے مشاہدات پر مشتمل ہے۔ "ادارہ")

احقر بیس مردان حق کی ترتیب وتسوید سے لے کر طباعت وتجلید کے مسلسل عمل سے جسمانی طور پر تھک گیا تھا۔ (گو روحانی طور پر بڑی قلبی مسرت تھی کہ بیس بڑے مسلمان کے بعد بیس مردان حق نامی کتاب دو جلدوں میں منظر عام پر آئی۔) اور خیال کرتا تھا کہ دو تین دن کیلئے لاہور سے باہر جا کر ماحول بدلوں کہ ایک دن اکوڑہ خٹک سے تقریب ختم بخاری شریف دستار بندی اور اکوڑہ خٹک میں قائم دارالعلوم حقانیہ کے قیام کا پچاس سالہ تقریب کا دعوت نامہ ملا۔ یہ دعوت نامہ ماہنامہ "الحق" کے مدیر انتظامی حافظ راشد سمیع کی جانب سے تھا کہ جن کی اپنی دستار بندی بھی ہورہی تھی۔ میں نے اسے قدرت سے اپنے خیال وارادہ کی تکمیل کا سبب جانا اور خط لکھ دیا کہ انشاء اللہ حاضر ہونگا۔ میں نے جانا کہ تین سال قبل حضرت مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ کے صاحبزادے کے ولیمہ میں گیا تھا اور بطور ہدیہ "الرشید" کا "نعت" نمبر دیا تھا۔ انہوں نے یاد رکھا۔ واپسی جواب آیا کہ تقریب پانچ دسمبر کو ہے۔ لیکن چار دسمبر کو آنا مناسب ہوگا۔ طویل سفر تھا کسی ہم سفر کی ضرورت تھی بیٹا سجاد ارشد دو دن قبل راولپنڈی سے آیا تھا لہذا بیس مردان حق کے جلد ساز عزیزم محمد الیاس کو ساتھ لیا اور 11-00 بجے شب کو راولپنڈی جانیوالی نائٹ کوچ ریل کار پر سوار ہو گئے کہ طویل سفر میں ریل میں سہولت رہتی ہے۔ ہم جونہی ڈبے میں داخل ہوئے۔ ریل حرکت میں آ گئی۔

کائنات کی ہر چیز حرکت میں ہے ہم اپنی اصطلاح میں جن چیزوں کو جمادات کہتے ہیں وہ بھی حرکت میں ہیں کہ زمین اپنے محور پر گردش کررہی ہے۔ سورج چاند سب حرکت میں ہیں۔

کل فی فلک یسبحون (سورۃ یس) ہر کوئی اپنے چکر میں پیرتے ہیں۔

ہر شے مسافر ہر چنیر راہی کیا چاند تارے کیا مرغ وماہی

ہم گاڑی میں سکون سے بیٹھ گئے تھے لیکن گاڑی چل رہی تھی اور ہم اپنے شہر سے دور اور اگلی منزل یا پڑاؤ سے نزدیک ہورہے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ حرکت میں برکت ہے۔ میں اپنے محلے سے رکشہ پکڑ کر سٹیشن پہنچا ٹکٹ لیا تب گاڑی میں بیٹھنے کی نوبت آئی اب یہ گاڑی خراٹے بھرتی ہوئی ہمیں راولپنڈی لے جائے گی۔ اور وہاں سے نیا سفر ہوگا۔ اکوڑہ پہنچ کر دو دن رک کر واپسی ہوگی اور یوں زندگی کا سفر جاری رہے

گا۔ تاینکہ موت آ کر نیا سفر شروع ہوگا جو اصل منزل پر پہنچائے گا۔ اگر کوئی سوچنا شروع کرے کہ اکوڑہ خٹک یہاں سے لاکھوں گز دور ہے کیسے پہنچ جائیگا تو وہ کبھی وہاں نہیں پہنچ سکتا۔منزل پر پہنچنے کیلئے قدم

اٹھانا پڑتا ہے آپ ایک قدم اٹھالیں پھر اگلے قدم خود بخود اٹھتے رہیں گے۔ایک بچہ پہلی جماعت میں داخل ہوتا ہے تو اسے الف نہیں آتا وہ اپنے والد سے پوچھتا ہے کہ اباجی! آپ ایک قلم ہاتھ میں پکڑتے ہیں اور گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ میں ایک مضمون لکھ لیتے ہیں جو اگلے دن کسی اخبار میں شائع ہوجاتا ہے لیکن مجھے الف لکھنا نہیں آرہا۔ والد کہتا ہے کہ بیٹا! میں نے اپنی عمر عزیز کے آٹھ سال یا سولہ مسلسل محنت وریاضت کی ہے۔ تب جا کر اس قابل ہوا ہوں کہ مضمون لکھ سکوں۔ تم پہلے ہی دن کہہ رہے ہو کہ میں اس منزل کو پالوں اگر محنت کروگے، تو تم بھی ایک دن اس قابل ہوجاؤ گے۔ آج ہم دارالعلوم حقانیہ جارہے تھے۔جہاں طلباء نے گھر بار چھوڑ کر آٹھ دس سال محنت کی تھی اور آج وہ دن آیا کہ ملک بھر سے چیدہ علماء و فضلاء وہاں تشریف لاکر ان کی دستار بندی کرنیوالے تھے۔ایک،دو،چار،دس،بیس نہیں سینکڑوں۔اور یہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق قدس سرہ کا قائم کیا ہوا ایک دینی مدرسہ تھا جو ابتداء میں محدود مختصر تھا مگر آج پاکستان کے دینی مدارس میں سرفہرست ہے اور اس کے فارغ التحصیل علماء دنیا کے ہر کونے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ حضرت شیخ الحدیث کے علم کی برکت تھی کہ انہوں نے اسکو ایسے اساتذہ سے حاصل کا کہ جنہوں نے ان میں تبلیغ دین اور نشر واشاعت کتاب وسنت کی گرمی پیدا کردی اور آج اسکا نتیجہ پوری دنیا دیکھ رہی ہے۔

ساڑھے چار بجے سحر سے قبل راولپنڈی گاڑی سے اترے تو فیض آباد کی ویگن تیار تھی۔اس پر بیٹھ گئے۔ فیض آباد پہنچے تو ابھی فجر کی اذانیں نہیں ہوئی تھیں۔ ادھر ادھر ذرا گھومے اور ایک مسجد کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ انسان کی مختلف حالتیں ہیں ہم رات بھر جاگتے رہے تھے اور اس مسجد کے موذن وامام عشاء کے بعد سوگئے تھے۔ چند مسافر اکٹھے ہوگئے۔ہم نے تقریباً یخ بستہ پانی سے وضو کیا اور اپنی جماعت کرائی کہ اڈوں کی مساجد میں اس کا جواز ہے باہر نکل کر جانے کی جگہ تلاش کی جسم میں کچھ حرارت پہنچی۔ گاڑی کی ساڑھے چار گھنٹے کی حرارت بھی ابھی باقی تھی۔ چائے پی کر نکلے تو ایک کوچ آگئی جو پشاور جارہی تھی۔اس میں بیٹھ گئے اور تقریباً آٹھ سوا آٹھ بجے اکوڑہ خٹک اترے۔ دارالعلوم پہنچ کر دارالاہتمام کا رخ کیا۔تھوڑی دیر کے بعد ناشتہ آگیا اور ناشتہ کرنے کے بعد آرام کرنے نکلے ایک کمرہ ملا وہاں جا کر ظہر کی نماز تک آرام کیا یا آرام کرنے کی کوشش کی کہ مجھے سکون کی جگہ نیند آتی ہے۔اس کمرے میں گوجرانوالہ کے مولانا جامی صاحب سو رہے تھے جو 1980ء میں دارالعلوم دیوبند کی صد سالہ تقریب میں سفر میں ساتھ تھے۔ان کے ایک ساتھی بار بار آتے تھے اور کہتے تھے، کہ اٹھو کب تک سوؤ گے۔

ظہر کے بعد داعی اور میزبان سے پھر ملے جیسا کہ گذرا تین سال قبل میں احقر مولانا حامد الحق سمیع کے ولیمے کی تقریب میں شریک ہوا تھا۔میں نے ان کو ہدیے میں نعت نمبر دیا تھا۔میرا خیال تھا کہ اب میزبان اور داعی وہی ہیں لیکن اب ان کے چھوٹے بھائی داعی تھے۔ میں سنیں اور نام بھول جاتا ہوں۔ تکرار کے بعد نام تو یاد ہوجاتے ہیں لیکن میں ڈائری میں لکھ لوں تو اسے دیکھ کر لکھتا ہوں۔بہر حال عزیزم حافظ راشد الحق سمیع سے ملاقات ہوئی تو پتہ لگا کہ حافظ حامد الحقؔ ان کے بڑے بھائی ہیں۔ وہ ولیمہ ان کا تھا۔ان کی باری بقول ان کی باری بقول ان کے شاید چند سال بعد آئے کہ ان کے تعلیم، عزائم بلند ہیں ان کی تکمیل کے بعد یہ

مرحلہ آئیگا۔

احقر جب عزیز القدر حافظ حامد الحق کے ولیمے میں حاضر ہوا تھا تو بڑی تیزی کے ساتھ نئی عمارات خصوصاً دارالحدیث کی تعمیر ہورہی تھی۔ اور ولیمہ کا اہتمام زیر تعمیر دارالحدیث کی نچلی منزل میں تھا۔ اب یہ دارالحدیث سہ منزلہ عمارت کی صورت میں مکمل ہو چکا ہے۔ گو کچھ متعلقات باقی ہیں اور اس میں دورہ حدیث کی تعلیم ہورہی ہے۔ میرے علم کا مطابق پاکستان میں اتنا بڑا دارالحدیث کسی جگہ نہیں ہے۔ دارالعلوم دیوبند کا دارالحدیث ۶۸-۲۵ فٹ ہے۔ اور اس کے اوپر دارالتفسیر ہے۔ دارالتفسیر کے اوپر بہت خوبصورت گنبد ہے۔ اور یوں اپنے وقار و شکوہ میں دارالعلوم دیوبند کا دارالحدیث شاید پوری دنیا میں اپنی نظیر آپ ہے۔ لیکن رقبے میں دارالعلوم حقانیہ کا دارالحدیث وسیع ہے۔ دارالعلوم حقانیہ کی درسگاہوں اقامت گاہوں کی جب تکمیل ہو گئی تو پورے پاکستان میں اپنی مثال آپ ہوگا۔ کام بڑی تیزی سے ہورہا ہے۔ اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم مولانا سمیع الحق کے شبانہ روز جدوجہد، حسن تدبیر اور مساعیء جمیلہ کا مرہون منت ہے۔ ۴۔ کی شام تک دور دراز سے مہمانان گرامی آتے رہے۔ اور یہ سلسلہ ساری رات چلتا رہا۔ جب صبح ہوئی تو بقول سعدی۔

علی الصباح کہ مردم بکاروبار روند

قافلوں کے قافلے آرہے تھے۔ دارالعلوم شہر کے شمال مغربی جانب ہے۔ شہر پنڈی کی طرف رہ جاتا ہے۔ ۴۔ کو ہم شہر کی جانب گئے تو دیکھا سڑک کے دونوں جانب بازار لگا ہوا ہے۔ ایسے جیسے لاہور میں قدموں کا میلہ لگتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ ایسا روزانہ ہوتا ہے؟ تو رفیق نے بتایا نہیں یہ ہر بدھ کو لگتا ہے۔ لیکن اگلے دن ۵۔ دسمبر جمعرات کو یہ بازار دارالعلوم کے ساتھ لگ گیا تھا۔ بہت سے لوگ نوٹوں کے ہاروں کی دکانیں لگائے بیٹھے تھے۔ اور لوگ دھڑا دھڑ خرید کر لا رہے تھے۔ اور جو لوگ شہروں سے آئے تھے ان میں سے کئی ایک ہار اپنے ساتھ لائے تھے۔ جیسے جیسے سورج بلند ہورہا تھا، آنیوالے مہمانوں کی تعداد میں اضافہ ہورہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ دارالعلوم اپنی وسعت کے باوجود "وضاقت علیہم الارض" کا حشر تو پیش نہیں کریگا، گو یہ آیت کسی اور طرح کے واقعہ کی ہے۔ لیکن اب یہ محاورہ کے طور پر استعمال ہونے لگی ہے۔۔۔۔۔۔۔ ۴۔ کی شام کو سینکڑوں کرسیاں لا کر محفوظ کی گئی تھیں، اور میری حیرت میں اضافہ ہورہا تھا۔ مہتمم دارالعلوم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے گھر کے آگے ایک لان ہے۔ نو دس بجے وہ کرسیاں وہاں رکھ دی گئیں۔ جوں جوں مہمان آتے جاتے تھے، وہاں بیٹھتے جاتے میرے لئے یہ منظر بالکل نیا تھا۔ کہ دستار بندی یا ختم بخاری شریف کا اہتمام کئی جگہ دیکھا ہے۔ لیکن ایسا اجتماع کہیں اور کبھی نہیں دیکھا دارالعلوم دیوبند کی صد سالہ تقریب اس سے مستثنیٰ ہے۔ کہ وہاں تو لاکھوں افراد کا اجتماع تھا۔ اور بقول ہمارے ایک دوست شیخ محمد اقبال حفظہ اللہ کہ وہ حج سے بڑا اجتماع تھا۔ میں نے تردید بھی کی لیکن وہ اپنی بات پر مصر رہے۔ لیکن اتنا تو تھا کہ پنڈال دس لاکھ سے زیادہ افراد کیلئے بنایا گیا تھا۔ لیکن جمعہ کے دن جمعہ کی نماز اور بعد میں پنڈال گم ہو کر رہ گیا تھا یہاں افغانستان سے طالبان کی حکومت کی کابینہ کے اکثر وزراء اور مرکزی رہنما تشریف لائے۔ داعی چونکہ

بانیٔ دارالعلوم قائد شریعت حضرت مولانا عبدالحق قدس سرہ کے پوتے اور مہتمم صاحب کے صاحبزادہ حافظ راشد الحق تھے، وہ انتظام میں بھی مصروف تھے لیکن بارات کے دولہا بھی وہی تھے۔اس لان میں آ کر بیٹھ گئے اور انتظامات بڑے بھائی اور دوسرے کرنے لگے۔اور راشد میاں کے گلے میں نوٹوں کے ہار پڑنے لگے۔ احقر نے بھی مبارکباد دی۔انعام میں "بیس مردان حق" ڈاک میں بھیج چکا تھا۔ظہر سے پہلے تمام مہمانوں کو کھانا کھلادیا گیا اور ظہر کی اذان ہو گئی۔میں جب سے لاہور آیا ہوں۔ہر بڑا جلسہ اور جلوس دیکھتا ہوں۔اور اپنے مسلک ومشرب کے جلسوں میں پنڈال کے آخر کسی کونے میں بیٹھتا ہوں۔(اب تو ایسے جلسے ویسے ہی ختم ہو گئے ہیں)۔جناح ہال کے کسی جلسے میں کہ ہال چھوٹا ہے۔کسی نے دیکھ کر باصرار بلایا تو شاید دو ایک بار آگے گیا ہوں۔لیکن اکوڑہ خٹک میں ایک وجہ تھی کہ میں نے اپنے داعی کو رسمی طور پر "بیس مردان حق" کا سیٹ پیش کرنا تھا، سٹیج کے متصل نماز پڑھی اور جیسا کہ تحریر کیا۔کہ میرے ذہن میں یہ تھا کہ جمعہ ہے اور جمعہ کی نیت کی وہ تو اچھا ہوا کہ کوئی ایسی غلطی ہو گئی کہ آواز آئی کہ سلام پھیر دو۔اور کھڑے کھڑے سلام پھیر دیا میں نے اپنے ساتھ کھڑے محب محترم مولانا عبداللطیف شاہ کوٹی سے پوچھا کہ نماز سے پہلے خطبہ کیوں نہیں پڑھا گیا تو انہوں نے میری غلط فہمی دور کی کہ آج جمعہ نہیں۔جمعرات ہے۔اور یہ ظہر کی نماز ہے۔ دوبارہ نیت باندھی گئی اور اب میں نے چار رکعت ظہر کی نیت کی اور سلام کے بعد ہم دونوں سٹیج پر چڑھ کر بیٹھ گئے۔

جلسۂ دستار بندی کا آغاز تلاوت قرآن کریم اور نعت شریف سے ہوا، باقی ساری کارروائی نظمیں تقریریں پشتو میں ہوئیں۔حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کی تقریر دربارہ آخری حدیث بخاری شریف کا کچھ حصہ اردو میں تھا

میں جہاں بیٹھا تھا وہیں میرے ساتھ محترم جناب مولانا محمد نبی محمدی صاحب تھے جو افغانستان کے حرکت انقلاب اسلامی کے رہنما ہیں، نے تقریر کی۔اور تحریک طالبان کے مرکزی رہنما مولانا احسان اللہ نے بھی۔"زبان یار من ترکی ومن ترکی نمے دانم" والا معاملہ تھا۔البتہ دونوں تقریروں کے لب ولہجہ اور انداز سے معلوم ہو رہا تھا کہ علم اور جہاد کے موضوع پر ہیں------- سٹیج سیکرٹری مخدوم زادہ محترم مولانا انوار الحق صاحب تھے۔انہوں نے ایک موقع پر "بیس مردان حق" کا تعارف کرایا بیس مردان حق کے ساتھ "بیس بڑے مسلمان" کا ذکر بھی ضروری تھا۔میں پہلے دیکھ چکا تھا کہ "طالبان" کی حکومت کے عہدیداران کا جب تعارف کرایا جاتا تھا تو وہ کھڑے ہو جاتے تھے۔بلکہ ان کو کہا جاتا تھا کہ کھڑے ہوں سو اس ہیچ مدان کو بھی چار و ناچار کھڑا ہونا پڑا۔جبکہ سٹیج پر چھڑنا اور پھر کھڑے ہونا میرے مزاج کے خلاف تھا۔

سٹیج ایسی جگہ بنایا گیا تھا کہ جہاں سے چاروں طرف نگاہ پڑتی تھی۔مسجد کا پورا صحن بھرا ہوا تھا سامنے خاص جگہ تھی وہ بھی پر تھی اس کے آگے مشرق میں دارالعلوم کی درسگاہوں اور اقامت گاہوں کی سہ منزلہ اور چار منزلہ عمارات تھیں۔ان کے برآمدے، کمرے، چھتیں سب لوگوں سے اٹی ہوئی تھیں۔یہ بانی مہتمم اول حضرت مولانا عبدالحق قدس سرہ کے اخلاص کا ثمرہ اور نتیجہ تھا کہ جلسہ دستار بندی میں ہزارہا ہزار

فراد اٹھ آئے تھے۔اور اس سوال پر کہ آیا ہر سال ایسا ہی ہوتا ہے۔تو بتایا گیا کہ اس سال نجانے کیوں قدرے کم ہے۔ورنہ یہ اجتماع اس سے بڑا ہوتا ہے۔میں نے دارالعلوم دیوبند اور تبلیغی جماعت کے اجتماع کے بارے میں لکھا ہے کہ

"بڑ کے بیج کو دیکھو،خشخاش کے دانے کے برابر ہوتا ہے۔لیکن جب اسے زمین میں بو کر آبیاری کی جاتی ہے،تو اتنا تناور اور گھنا درخت بن جاتا ہے کہ سینکڑوں افراد بیک وقت اس کی ٹھنڈی چھاؤں کے نیچے گرمیوں میں آرام کرتے ہیں۔آج دارالعلوم دیوبند (یہاں دارالعلوم حقانیہ) اور اسکی خدمات کو دیکھ کر محسوس ہوتا ہے۔کہ اس کے بانی حضرات اپنے وقت کے کس قدر مخلص لوگ تھے۔قرآن پاک میں کلمہ طیبہ کی مثال ایسے پاکیزہ درخت سے دی گئی ہے کہ جس کی جڑیں مضبوط اور شاخیں آسمان کو چھوتی ہیں۔" حضرت مولانا عبدالحق قدس سرہ کو جن لوگوں نے دیکھا،ان سے پڑھا یاان کو گھر آتے جاتے دیکھا ہے۔وہی جانتے ہیں۔کہ ان کی شخصیت کیسی بے مثال اور لاجواب تھی۔میاں ثناء اللہ بودلہ مرحوم ایم این اے تھے۔انہوں نے دو تین دفعہ مجھ سے بیان کیا کہ میں تھانہ بھون جایا کرتا تو وہاں ایک سرخ وسفید نوجوان کو دیکھا،جسکی آنکھوں سے حیا اور چہرے سے معصومیت ٹپکتی۔ہمیشہ آنکھیں جھکا کر چلتے،ادھر ادھر کبھی نہ دیکھتے،نظر بر قدم ہوتی۔اب جب ایم این اے ہاسٹل اور قومی اسمبلی میں حضرت مولانا عبدالحق کو دیکھتا ہوں تو مجھے ایسے لگتا ہے کہ یہ وہی نوجوان ہے جسکی کمر اب سر کی طرح اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک چکی ہے۔اور میاں صاحب مرحوم نے ہی مجھے بتایا کہ حضرت مولانا اپنے جس علاقہ سے کھڑے ہوئے تو ان کے مقابلہ میں نصر اللہ خان خٹک اور اجمل خان خٹک جیسے لیڈر تھے۔جو پیپلز پارٹی اور اے این پی کے مرکزی راہنما تھے۔جو بری طرح ہارے۔ان سے جب شکست کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے (انکے الفاظ میں) کہا کہ مجھے تو پیغمبر کے مقابلہ کھڑا کر دیا گیا۔واقعہ یہ ہے،رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنن کے احیا واتباع کی وجہ سے حضرت مولانا رحمہ اللہ کی جو قدر لوگوں کے دلوں میں تھی،یہ اس کا نتیجہ تھا،جس کو خٹک صاحب نے اپنی پشیمانی دور کرنے کیلئے کہا۔اور یہ بات میں نے بعد میں اور لوگوں اور اکوڑہ خٹک میں مختلف لوگوں سے سنی۔میں ایک وقت دارالعلوم سے باہر نکلا تا کہ جوتا پالش کراؤں تھوڑی دور جا کر ایک صاحب بیٹھے تھے۔میں نے ان کے پاس جوتا اتارا اور چپل پہن کر ساتھ والی ایک بڑی دوکان پر جا کر ایک پیر مرد کے پاس چارپائی پر بیٹھ گیا۔ان سے علیک سلیک ہوئی اور تعارف ہوا۔انہوں نے میرا نام پوچھا۔میں نے بتایا۔تو انہوں نے کہا کہ اس نام کے شخص نے "بیس بڑے مسلمان" لکھی ہے۔میں نے عرض کیا کہ آپ مجھے وہی شخص سمجھ لیں اس کے بعد حضرت مولانا کی باتیں ہونے لگیں۔تو وہ حضرت مولانا کے محاسن بیان کرنے لگے۔حضرت مولانا شہر میں ایک کچے مکان میں رہتے تھے۔اور ساری عمر اسی میں گزار دی۔وہ پیر مرد شیخ محمد اکرم صدیقی کہنے لگے،کہ حضرت مولانا جب گھر کو آتے جاتے تو راستے میں چھوٹے چھوٹے لڑکے ان سے مصافحہ کرتے اور ہاتھ پکڑ کر کھڑے ہو جاتے،اور بچے جب تک حضرت مولانا کا ہاتھ نہ چھوڑتے حضرت مولانا اپنا ہاتھ نہ چھڑاتے۔لوگ مذاق کرتے کہ دیکھو یہ کیسا آدمی ہے کہ بچوں کے پاس کھڑا ہو جاتا ہے۔اس پر میں نے عرض کیا کہ صدیقی صاحب حضرت

مولانا متبع سنت تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی حال تھا، کہ بازار گلی میں کوئی بچہ آپ سے گفتگو کرنے لگتا تو آپ اس سے تکلم فرماتے اور اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ وہ بچہ خود بات ختم نہ کرتا ۔حضرت مولانا رحمہ اللہ کے شہر میں ایک پیر مرد سے یہ بات سن کر میں نے محسوس کیا کہ علاقہ کے سارے لوگ حضرت مولانا کی آپس میں اتباع سنت مصطفوی علیٰ صاحبھا الصلاۃ والسلام اور دیگر خوبیوں کی بنا پر انہیں عزیز رکھتے تھے ۔شیخ سعدی رحمہ اللہ نے بوستان میں ایک حکایت لکھی ہے ۔ کہ میں نے ایک شخص کو شیر پر سوار دیکھا تو میں نے دانتوں میں انگلی دبائی ۔اور میری جان جانے لگی اس پر اس شخص نے مجھے کہا کہ ۔۔

تو از حکم داور گردن مپیچ
کہ گردن نہ پیچد تو حکم ہیچ

پیارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ۔من کان للہ کان اللہ لہ ۔جو شخص اللہ کا ہو جاتا ہے ۔اللہ اس کا ہو جاتا ہے ۔شیخ سعدی رحمہ اللہ کی حکایت کا یہی مفہوم ہے ۔انہی صدیقی صاحب نے امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کا چشم دید واقعہ سنایا کہ حضرت شاہ صاحب ایک دفعہ دارالعلوم کے جلسہ دستار بندی کیلئے تشریف لائے ۔انہیں جناب اجمل خٹک کے مکان کے قریب ایک کچے مکان میں ٹھہرایا گیا اور میں نے کھانے کیلئے شاہ صاحب کے ہاتھ دھلائے ۔جب شاہ صاحب کھانا کھانے لگے تو ایک شخص اور آیا شاہ صاحب نے فرمایا ۔۔۔ آؤ بھائی کھانا کھاؤ ۔اس پر گھر والے نے کہا کہ حضرت یہ تو چوہڑا ہے ۔تو اس پر صدیقی صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ تم چوہڑے کا مطلب سمجھتے ہو ۔تو میں نے کہا کہ ہاں ہمارے علاقہ میں بھی یہی کہتے ہیں، میزبان کے یہ کہنے پر حضرت شاہ صاحب نے فرمایا چوہڑا ہے تو پھر کیا ہے ۔انسان تو ہے ۔اس کے ہاتھ دھلوائے ۔اور اس کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا ۔صدیقی صاحب کہتے ہیں کہ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بعد وہ شخص آیا ۔اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا ۔اتنے میں صدیقی صاحب کے بھتیجے آ گئے ۔جو چالیس کے پیٹے میں ہونگے ۔شیخ صاحب نے ان سے میرا تعارف کرایا، یہ ایک کنال زمین کا احاطہ تھا ۔جہاں پر انالوہا خرید اجاتا تھا ۔اور اسے کوٹ توڑ کر پھر آگے بھیج دیا جاتا ہے ۔جو جی ٹی روڈ پھاٹک کے سامنے یہ دوکان تھی ۔صدیقی نے مجھے چائے بھی پلائی اور پالش والے کو پالش کی قیمت بھی ادا کی میں سوچتا رہا کہ یہ کیسا اتفاق ہوا ۔کہ پیر مرد نے میرے نام سے "بیس بڑے مسلمان" کا ذکر کیا اور ہماری یہ گفتگو ہوئی ۔اور حضرت شاہ صاحب سے ایک واقعہ کا علم ہوا ۔ایسے واقعات کئی دفعہ رونما ہوئے ۔ایک کا گواہ میں بھی ہوں ۔دکان کے مالک کا نام تصدق حسین صدیقی تھا ۔

اکوڑہ خٹک میں یہ دارالعلوم ہمیں دارالعلوم دیوبند کی یاد دلاتا ہے ۔ کہ جس طرح دارالعلوم دیوبند کی ابتداء بالکل معمولی انداز میں ہوئی لیکن اکابر کے خلوص، عمل اور ایثار نے اسے پرائیویٹ سیکٹر کا سب سے بڑا دار العلوم بنا دیا اس طرح حقانیہ کی ابتدا بھی شہر میں ایک چھوٹی مسجد میں ہوئی لیکن دیوبند اور اکوڑہ خٹک میں یہ مماثلت بھی عجیب ہے کہ دیوبند کے پاس امیر المومنین سید احمد شہید رحمہ اللہ کا پڑاؤ ہوا اور امیر المومنین حضرت سید احمد شہید نے فرمایا کہ مجھے یہاں سے علم کی خوشبو آتی ہے ۔حضرت سید احمد شہید اور ان

کے مجاہدین کی سب سے پہلی لڑائی صوبہ سرحد میں اکوڑہ خٹک کے پاس ہوئی۔ مجاہدین نے دریائے کابل عبور کر کے دشمن پر شب خون مارا۔ اور وسطی میدانوں سے ہزاروں میل دور دراز سے راجپوتانہ اور سندھ کے ریگستانوں سے ہو کر ان بزرگوں نے اس علاقہ میں سب سے پہلا معرکہ کارزار گرم کیا۔ اور شاہ اسماعیل شہید نے فرمایا کہ مجھے اس علاقہ سے علم کی خوشبو آتی ہے۔ اور دارالعلوم دیوبند کے فیض یافتہ اور مدرس حضرت مولانا عبدالحق قدس سرہ نے اکوڑہ خٹک میں قیام پاکستان کے بعد یہاں اس طرح کے دارالعلوم کی داغ بیل ڈالی اور الحمدللہ آج یہ کارالعلوم، دارالعلوم دیوبند کی یاد دلا رہا ہے۔ قیام پاکستان کے بعد حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی یہاں تشریف لائے اور یہی فرمایا کہ یہ پاکستان کا دارالعلوم دیوبند ہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہااللہ بھی قیام پاکستان سے قبل یہاں تشریف لائے جبکہ یہاں تعلیم القرآن کے نام سے پرائمری تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم کا انتظام کیا گیا تھا۔ حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کا چونکہ حضرت مدنی قدس سرہ سے تلمذ کا خصوصی تعلق تھا لہذا حضرت شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی یہاں تشریف لائے۔ بالاکوٹ کے شہیدوں کا لہو رنگ لایا اور آج اس کے ثمرات و برکات دیکھے جاسکتے ہیں جمعرات پانچ کو تقریب دستار بندی تھی اور چھ دسمبر بعد از جمعہ مملکت پاکستان کے نگران وزیر اعظم جناب ملک معراج خالد صاحب حضرت مولانا سمیع الحق کو ملنے اور دارالعلوم کو دیکھنے کیلئے تشریف لائے۔ ابتدائی چند سالوں کے دور کو چھوڑ کر اگر دیکھا جائے تو ملک کا وہ کون سا سربراہ اور اہم سیاسی راہنما ہے جس نے اکوڑہ خٹک حاضری نہیں دی۔ دارالعلوم اکوڑہ خٹک کیلئے یہ کوئی اعزاز نہیں بلکہ یہاں آنے والوں کیلئے یہ اعزاز ہے، کہ وہ یہاں حاضر ہو کر علم کو خراج عقیدت ادا کرتے ہیں۔ مولانا سمیع الحق کی قومی سیاست میں بھرپور حصہ لینے کے بعد ان سے ملنے کے سلسلہ میں زعماء، حکام اور ملکی سطح کے لیڈروں کی آمد و رفت میں بے حد اضافہ ہو چکا ہے۔

میں اس تقریب کی دعوت ملنے پر کچھ حیران بھی تھا کہ داعی نے آخر میرا انتخاب کیوں کیا پھر خیال آیا کہ چونکہ ولیمے پر حاضر ہوا تھا اس نسبت سے اب بھی یاد رکھا گیا۔ لیکن "الحق" کے مدیر منتظم حافظ راشد الحق سمیع سلمہ اللہ سے ان کی مصروفیت کے باوجود چند نشستوں میں یہ عقدہ حل ہوا کہ وہ بھی میری طرح قتیل ابوالکلام ہیں آپکے والد محترم مولانا سمیع الحق صاحب ہی کی فرمائش اور ہمت افزائی کی بدولت میں الہلال شائع کر سکا تھا اور انہوں نے مجھے بتایا کہ بھائی جان کے ولیمے پر مجھے علم تھا کہ تجھے بھی دعوت ہے۔ لیکن ہماری ملاقات نہ ہو سکی کہ اس وقت صدر مملکت لغاری صاحب سابق صدر غلام اسحق صاحب اور ایسے ہی پچاسوں زعماء مدعو تھے۔ سیکورٹی سخت تھی جمعہ کا دن تھا، میں علی الصباح حاضر ہوا اور جمعہ پڑھ کر واپس آ گیا۔ موصوف نے پوچھا کہ ارشد نہیں آیا تو کسی نے مجھے بتایا کہ فلاں وقت فلاں جگہ جو بیٹھا تھا وہی تو ارشد تھا۔ مجھے افسوس ہوا کہ ملاقات نہ ہو سکی پھر ایک دو دفعہ لاہور جانا ہوا، پتہ کیا ملاقات نہ ہوئی۔ بہر حال اب ملاقات ہوئی اور گہما گہمی کے باوجود تین چار نشستیں ہوئیں۔ اور تبادلہ خیال ہوا۔ ایک دن حضرت مولانا کے مرقد پر حاضری ہوئی، فاتحہ پڑھی، حضرت مولانا، ان کی اہلیہ مرحومہ اور بعض یکے از بانیان کی کل چار پانچ قبریں ہیں۔ دعائے مغفرت کے بعد واپس ہوئے تو اچانک سے میرے ذہن میں آیا، کہ میں نے ایک جگہ پڑھا کہ کسی مرید سے شیخ کی آخری

حالت دیکھی نہ گئی اور رونے لگے۔شیخ نے پوچھا کہ کیوں روتے ہو۔تو اس نے بتایا کہ آپ کی جدائی کے غم سے۔شیخ نے فرمایا کہ شیخ جب زندہ ہوتا ہے،تو تلوار میان میں ہوتی ہے۔اس کے مرنے کے بعد یہ میان سے باہر نکل آتی ہے---میں اس کو پڑھکر حیران تھا کہ یہ کیسا جواب ہے لیکن حضرت مولانا عبدالحق قدس سرہ کی قبر کے پاس سے ہو کر جب ہٹا تو اس شیخ کی بات یاد آئی کہ حضرت مولانا قبر میں محو استراحت ہیں لیکن ان کے پروردہ اور فیض یافتہ پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔اور تلوار بھی میان سے نکلی ہوئی ہے۔باقی عنداللہ اور عندالناس مقبولیت کا اصل راز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ من کان للہ کان اللہ لہ۔

میں جب اکوڑہ سے واپس آنے لگا،تو راشد میاں نے مجھے احباب سے ایک طرف کرلیا اور ایک ہزار روپیہ دیا میں نے ہر چند انکار کیا لیکن عزیز کے خلوص و محبت اور جو لفظ انہوں نے اس وقت کہے۔اس کی بناء پر مجھے تبرک سمجھ کر یہ ہدیہ لینا پڑا اور میں راستہ بھر سوچتا رہا کہ

یہ ابوالکلام آزاد کے ساتھ عقیدت کا کرشمہ ہے،یہ "بیس مردان حق" ترتیب دینے کا انعام ہے۔یہ انکے بظاہر عمر میں چھوٹے ہونے کی وجہ سے اکرام ہے۔یہ ان ہاروں میں سے حصہ ہے جو میرے سامنے پڑتے رہے----اور یا پھر--------اپنے عظیم دادا کی سخاوت و داد و دہش کا اثر ہے۔

دستار بندی کے جلسہ میں ہزاراں ہزار کا اجتماع،حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ و دارالعلوم حقانیہ کی عنداللہ اور عندالناس مقبولیت دیکھ کر مولانا ابوالکلام آزاد کے "تذکرہ" کی عبارت یاد آئی کہ

"نظام شمسی کی طرح نظام انسانی کے بھی مرکز و محور ہیں مگر تم کو ان کا حال بھی نہیں معلوم،تم کو اجرام سماویہ کا مرکز معلوم کرنے میں جب ہزاروں برس لگ گئے تو نہیں معلوم عالم انسانیت کے نظام و مراکز کے کشف کیلئے کتنا زمانہ درکار ہوگا؟ تاہم اتنا معلوم رہے کہ ہر دور میں خدا کے چند بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا وجود ستاروں کے مرکز شمسی کی طرح تمام انسانوں کا مرکز محبت اور کعبۂ انجذاب ہوتا ہے۔اور جس طرح نظام شمسی کا ہر متحرک ستارہ صرف اس لئے ہے کہ کعبۂ شمی کا طواف کرے اس طرح انسانوں کے گروہ اور آبادیوں کے ہجوم بھی صرف اس لئے ہوتے ہیں کہ اس مرکز انسانیت اور کعبۂ ہدایت کا طواف کریں زمین والوں ہی پر موقوف نہیں آسمانوں میں بھی صرف انہی کے ناموں کی پکار ہوتی ہے۔۔

تذکرہ ص۶۶)

خود انحصاری کی طرف ایک اور قدم

ngi

نیلم گلاس

رنگین شیشہ (Tinted Glass)

باہر سے منگانے کی ضرورت نہیں۔

چینی ماہرین کی نگرانی میں اب ہم نے رنگین عمارتی شیشہ (Tinted Glass) بنانا شروع کر دیا ہے۔

دیدہ زیب اور دھوپ سے بچانے والا **فیلم** کا (Tinted Glass)

نیلم گلاس انڈسٹریز لمیٹڈ

ورکس، شاہراہِ پاکستان حسن ابدال۔ فون: 563998 - 509 (05772)

فیکٹری آفس، ۲۸۴-بی راجہ اکرم روڈ، راولپنڈی فون: 568998 - 564908

رجسٹرڈ آفس، ۱۷-جی گلبرگ II، لاہور فون: 878640-871417

The First Name in Bicycles, brings ANOTHER FIRST

SOHRAB VIP SPORTS

Sohrab, the leading national bicycle makers now introduce the last word in style, in elegance, in comfort... absolutely the last word in bicycles.

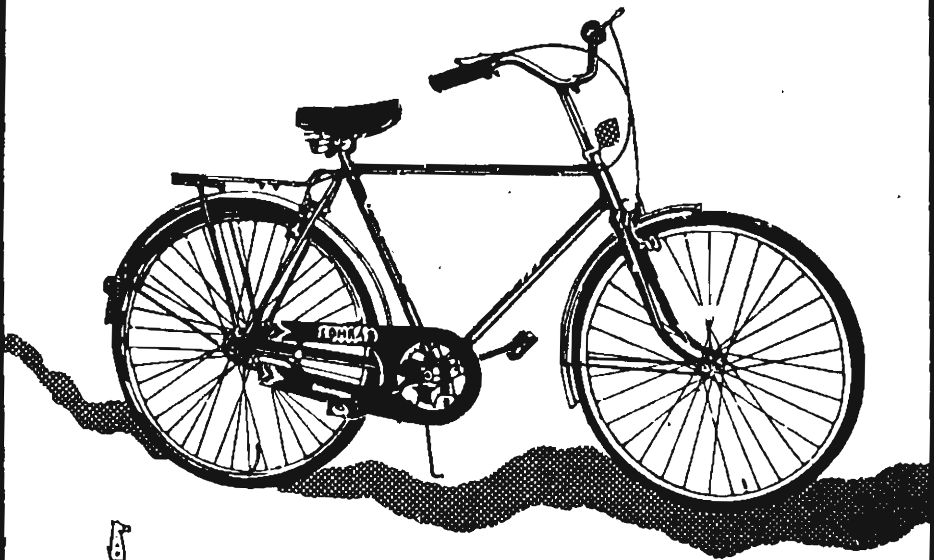

PAKISTAN CYCLE INDUSTRIAL COOPERATIVE SOCIETY LIMITED

National House, 47 Shahrah-e-Quaid-e-Azam, Lahore, Pakistan.

Tel: 7321026-8 (3 Lines). Telex: 44742 CYCLE PK. Fax: 7236143. Cable: BIKE